تصور برداشت "عظیم دانشور کوتلیہ چانکیہ "اسلامی تعلیمات کی روشنی میں: ایک تقابلی جائزہ

"Tolerance" in the Great Intellactual Kautiliya Chanakya's Thoughts and Islamic Teachings: a comparative study

ڈاکٹر عبدالقدوس[i]   ڈاکٹر شمس العارفین[ii]

Abstract

This paper presents the views about the tolerance in the light of the Kautiliya Chanakya's thoughts and Islam.Tolerance is the basic componant of any stablizing society.The Chanakya's thoughts and the primary sources of Islam are also included in this research paper. According to their views it is said that tolerance is the foundation of stability,unity,progress and prosperity.

It is a common and idealistically beautiful notion that most of the teachings of the reformers essentially practice and preach the same teachings for the betterment of the world.Unless people of different religions live in peace harmony and mutual respect and co-operation, all our hopes and aspirations will be futile and all our wonderful achievements will be fruitless.Therefore, it is the need of the day to develop the spirit of tolerance and understanding among the followers of any religion.

***Key words**: Kautiliya Chanakya, tolerance, Islam, Quran*

عصر حاضر کی نمایاں خصوصیات میں سے مختلف تہذیبی روایتوں اور انسانی جماعتوں کا روزافزوں باہمی اختلاط بھی ہے۔اس طرح دنیا ایک عالمی گاؤں Global Village بننے سے انسانی جماعتوں کے ایک دوسرے پر انحصار اور تمام انسانوں کے ایک برادری ہونے کے تصور کو

i اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز اینڈ ریسرچ، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

ii اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، یونیورسٹی آف سرگودھا (لاہور کیمپس)

بہت تقویت ملی ہے۔ رفتہ رفتہ ایک ایسا عالمی شعور وجود میں آتا جا رہا ہے جو انسانی معاملات و موضوعات کو تمام نوع انسانی کے تناظر میں دیکھنا چاہتا ہے۔اس فکر کے حامل دانشوروں کا یہ خیال ہے کہ تاریخ انسانی کے مختلف اجزاء، مختلف تہذیبی اور مختلف مذاہب، ان میں سے کسی نے دوسروں سے بالکل محفوظ اور غیر متعلق رہتے ہوئے ترقی نہیں کی ہے بلکہ ان میں سے ہر ایک دوسروں سے محسوس یا غیر محسوس طریقے سے متعلق رہا ہے، لہذا ان میں سے کسی ایک کو سمجھنے کے لئے دوسروں کا مطالعہ ناگزیر ہے۔اس طرح کے مطالعہ کے دوران ایک دوسرے کے تقابل میں مختلف تمدنی و تہذیبی روایات کی انفرادی خصوصیات بھی زیادہ نمایاں طور پر سامنے آجاتی ہیں، پھر بنیادی انسانی موضوعات اور مشترک مسائل کو سمجھنے کے سلسلے میں یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ کسی بھی نوع کے مختلف اجزاء کا باہم مطالعہ اس نوع کی حقیقت کو سمجھنے میں زیادہ معاون ہو سکتا ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم اپنی نظر کسی ایک ہی جز کے مطالعہ تک محدود رکھیں اور صرف اسی کی مدد سے اس نوع کی حقیقت تک پہنچنا چاہیں۔

تحمل مزاجی و برداشت حقیقت تک پہنچنے کے سلسلے کی ایک کڑی ہے کیونکہ برداشت ہی معاشرے کی سماجی، ثقافتی، تمدنی اور فکری ترقی کے لئے قوت محرکہ کی حیثیت رکھتی ہے اور عدم رواداری معاشرے وسعت نظری اور آفاقیت سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا باقی تمام اُمور اور شعبہ ہائے زندگی چاہے کتنے ہی اہم کیوں نہ ہوں رواداری اور برداشت کے بغیر سماج کو ترقی کی راہوں پہ نہیں ڈال سکتے، اگرچہ ہر مذہب اپنی تعلیمات، افکار و نظریات اور رسومات کے حوالے سے مختلف ہے، مگر ان تعلیمات سے یہ جوہر سامنے آتا ہے کہ دوسرے مذاہب سے بھی اخلاقی مطابقت پیدا ہو سکتی ہے۔

ہر مذہب کے بانی اور مصلح نے معاشرتی زندگی کی ترقی، سماجی اور ثقافتی ارتقاء کے لئے اپنے آپ کو وقف رکھا۔ اپنے اپنے کردار کے حوالے سے کوئی آزادی اور حریت کا علمبردار بنا، جیسے حضرت موسیٰؑ تھے کوئی مجبوروں، لاچاروں، دکھوں کے ماروں کا ہمدرد اور مسیحا بنا، جیسے حضرت عیسیٰؑ تھے اور وہ حضرت محمد ﷺ جو کہ رحمت اللعالمین کہلائے۔ انسانوں کو امن و سلامتی، محبت، خدمت، ہمدردی، بھائی چارہ کا نہ صرف درس دیا بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کے انسان دوست، دکھوں کے

ماروں کے مسیحااور یتیموں مسکینوں کے کفیل اور عدل وانصاف قائم کرنے والے تھے، جنہوں نے اپنے اپنے ادوار میں دنیائے انسانیت کو توحید، امن، سلامتی، عدل وانصاف، ہمدردی، اُخوت، رواداری وبرداشت اور انساندوستی کی تعلیمات سے بہرہ مند کیا۔ان رہنماءوپیغمبران ملت وادیان کے ساتھ ان مصلح انسانیت کے نام بھی قابل ذکر ہے جنہوں نے اپنی فکر وتصور سے قوم کی صحیح رہنمائی کی اور قوم کو عزم، ہمت، حوصلہ اور برداشت کا وہ سبق دیا کہ جس پر چل کر شکستہ قوم بلند ہمت اور اعلیٰ اقدار کی نمایاں مثال بنی۔

کوتلیہ چانکیہ کی ابتدائی زندگی کسی بھی عظیم قوم کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنے اسلاف میں ان عظیم فلسفیوں، مفکروں اور دانشوروں کی زندگی محفوظ کرتی ہے جنہوں نے اپنے علم وفن اور خیالات وافکار سے لوگوں کے ذہنوں کو بدلا اور صحیح منزل کی طرف رہنمائی کرکے راہ متعین کیا اور قوم نے اپنی منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ان کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی تقدیر بدل دی۔اگر کسی قوم کی تعمیر وترقی اور منظم سماج وریاست کے استحکام میں سیاسی نظام کی ترویج اور تشکیل کو بڑا دخل ہوتا ہے تو سیاسی نظام کے استحکام میں اعلیٰ اور بلند پایہ عظیم سیاستدانوں کی ضرورت سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔یہی وجہ ہے کہ انہی عظیم شخصیات کی مثبت سوچ اور فلاحی ورفاہی کارنامے سرانجام دینے کی وجہ سے تاریخ میں ابواب رقم کئے ہیں۔مثلاً:

اگر ایک طرف کسی نے شعر وشاعری کے میدان میں نام کمایا تو دوسری طرف تعلیمی میدان کی اصلاحات اور دریافت میں کسی نے کوئی ثانی نہیں رکھا۔اسی طرح اگر کسی نے اپنی فلسفیانہ تعلیمات، اخلاقیات اور عمرانیات جیسے موضوعات پر فلاسفہ کو جانچا تو علمِ طب میں "بابائے طب" کے نام کمانے والے کی حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ان عظیم شخصیات میں رموزِ سیاست وحکمرانی پر عالمی شہرت یافتہ کتاب لکھنے والے "کوتلیہ چانکیہ "کا نام بھی شامل ہے جنہوں نے اپنی کتاب میں فنِ حکمرانی کے بنیادی گر بتلا کر ہندوسیاست میں الہامی درجہ ومقام پایا۔

آپ کی پیدائش اور بچپنہ وابتدائی زندگی ابھی تک واضح نہیں کہ وہ کہاں اور کس جگہ پیدا ہوئے؟تاہم بعض مورخین کا خیال ہے کہ ارتھ شاستر کے مصنف "کوتلیہ چانکیہ " مختلف تہذیبوں، بدھ آثار اور مختلف بادشاہوں کے مرکز اور عظیم تاریخی شہر ٹیکسلا[1] میں پیدا ہوئے۔ذات

کے لحاظ سے اعلیٰ طبقہ برہمن جبکہ شکل وصورت کے لحاظ سے اچھی شبیہہ اور وجاہت کے مالک نہیں تھے لیکن علم ودانش کے لحاظ سے اپنے دور میں علوم وفنون پر ماہرانہ دسترس اور سنسکرت زبان پر غیر معمولی عبور رکھتے تھے۔ کچھ اور لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کی پیدائش چوتھی صدی قبل مسیح کے نصف اول[2] جبکہ بعض دوسروں کے نزدیک تین صدی قبل مسیح[3] میں ٹیکسلا میں ہوئی جو بچپن سے لے کر جوانی تک یہیں مقیم رہے اور بدھ مذہب کے راویوں کے مطابق بھی چانکیہ بدھ مذہب کے مشہور شہر ٹیکسلا میں پیدا ہوا، وہیں اس نے تعلیم حاصل کی[4] اور جوانی کی عمر تک وہیں رہے[5]۔ نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چانکیہ نے موجودہ پاکستان کے شہر ٹیکسلا میں تعلیم پائی اور ٹیکسلا اور پاٹلی پُترا(جس کو آج کل پٹنہ کہتے ہیں) میں زیادہ تر زندگی گزاری چانکیہ کی شہرت اُس کی چندر گپت موریا[6] بادشاہ کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے ممکن ہوئی ہے[7]۔ آپ کو تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہیں ٹیکسلا ہی میں بطور استاد ملازمت ملی جو بعد میں پاٹلی پُترا (پٹنہ) کے لئے ملازمت چھوڑ کر دھن نند احکومت کے دربار میں پہنچنے کا تہیہ کیا[8]۔

چانکیہ کے نام کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ ایک قول کے مطابق چونکہ اس کے گاؤں کا نام ''چانکہ'' تھا جس کی نسبت سے وہ چانکیہ کہلایا۔ جبکہ ایک دوسرے قول کے مطابق چانکیہ کا باپ چانکہ تھا جو جنوبی ہندوستان کا رہنے والا تھا اسی وجہ سے چانکیہ کہلایا۔

قدیم ہندو لٹریچر میں "پُرانوں "کی طلسماتی داستانوں میں بعض نام رزمیہ شکل اختیار کر گئے ہیں جس میں "وشنو گپتا"[9] کو ارتھ شاستر کا مصنف بتایا گیا ہے۔ لیکن تمام تاریخی حوالوں اور قدیم کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ارتھ شاستر کے مصنف اپنے آپ کو "کوتلیہ"[10] کہتا ہے ، کیونکہ اس نے اپنی کتاب کے آخر میں کوتلیہ لکھا ہوا ہے اور ایک روایت میں اس کا نام "چانکیہ"[11] بھی ہے[12]۔

تمام مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کوتلیہ چانکیہ ہندوستان کے ابتدائی سیاسی تصورات کے موسس تھے۔انہی کو اگر ہندوستان کی سیاست کا پہلامرتب کنندہ Systemitizer کہاجائے تو بے جانہ ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے رموز سیاست وفنِ حکمرانی پر مشتمل کتاب "ارتھ شاستر "لکھ کر اپنی مہارت کا باب رقم کیااور آپ کی شہرت کی بڑی

وجہ بھی ارتھ شاستر ہی ہے۔آپ پہلے سیاسی مفکر تسلیم کیے جاتے ہیں اوراس کے ساتھ ساتھ آپ ایک بڑے معشیت دان بھی تھے۔یہی وہ شخص ہے جس نے ہندوستان کے مختلف حصوں پر مشتمل متحدہ ہندوستان کاخواب دیکھااور یونانی بادشاہ سکندراعظم کے خلاف لڑے[13]۔

آپ کو ہندوستان کا میکیاویلی بھی کہا جاتا ہے[14]۔ چنانچہ مورخین اور مفکرین کے اقوال کے مطابق:

"چانکیہ کو ہندوستانی میکیاولی کہاجاتاہے اور یہ بات کسی حد تک صحیح ہے لیکن کوتلیہ ہر پہلوسے میکیاولی سے عظیم تر شخصیت تھا۔ذہانت میں بھی اور عمل میں بھی۔یہ ہمہ جہتی طاقت ور بادشاہ چندرگپتا کا محض مقلد نہ تھابلکہ وہ خود پالیسی ساز تھا[15]۔"

"تصور برداشت" کوتلیہ چانکیہ اوراسلامی تعلیمات کی روشنی میں

برداشت سے ملتے جلتے (مترادف) الفاظ مختلف زبانوں میں مختلف استعمال ہوتے ہیں ،چنانچہ برداشت کے لئے عربی زبان میں "حلم "کالفظ استعمال ہوتاہے[16]۔اوراس کے لئے انگریزی میں Tolerance کالفظ استعمال ہوتاہے[17]۔

اصطلاح میں اس سے مراد لوگوں کے آزادی کے عقیدہ کے حق کا عقلی اور عملی اعتراف ہےاس مفہوم کو Encyclopedia of Britinica اس طرح بیان کرتاہے:

"Intellectuall and practical acknowledgement of the right of others to live in accorcance with religious beliefs that are not accepted as ones own[18]"

لغات میں حلم کے معنی "تحمل سے کام لینا، رعایت سے کام لیتے ہوئے دوسروں کا خیال رکھنے" کے ہیں" حلم " کے لئے فارسی میں برداشت کا لفظ استعمال ہوتاہے۔ یہ لفظ "بر" اور "داشت "کا مرکب ہے۔ "بر" کا مطلب بوجھ اور "داشت" کا مطلب رکھنا ہے۔ برداشت کا لغوی مفہوم کسی بوجھ کو سنبھالناہوگا[19]۔"

یہ ایک حقیقت ہے کہ دورِ حاضر میں حلم اور برداشت کے لئے رواداری ،ایک کثیر الا ستعمال اصطلاح ہے۔لغت کے اعتبار سے لفظ رواداری کے معنی ہیں کسی فعل کا دوسرے کی رعایت سے جائز رکھنا[20]۔ جبکہ ایک دوسری جگہ اس کا مفہوم یوں بیان کیاگیاہے۔

رواداری "ایک مرکب لفظ ہے۔ اس کا پہلا حصہ "روا" کے معنی ہیں جائز، مناسب، جاری اور دوسرا حصہ "داری" اس کا مطلب ہے "ملحوظ رکھنا" دونوں الفاظ کا مرکب معنی یہ ہوگا۔ پاس، لحاظ، رعایت[21] رواداری کا لفظ تحمل اور برداشت کے حوالے سے بھی معاشرے میں استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ رواداری کی روح رواں تحمل اور برداشت ہی ہے۔

رواداری کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہے کہ :

"جن افراد کے نظریات وعقائد ہمارے نزدیک درست نہیں ہیں۔ ہم ان عقائد اور اصحاب عقائد کو پورے کھلے دل سے برداشت کریں، یعنی اپنے آپ کو عدم برداشت کے حامل تباہ کن رجحانات سے محفوظ رکھیں۔ ان کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھتے ہوئے اس انداز سے تبصرہ اور تنقید کریں جو ان کے لئے تکلیف دہ نہ ہو اور نہ ان کی ذہنی اور فکری اذیت کا باعث بنے۔ ایسے ہی ان کو ان عقائد سے باز رکھنے اور ان کے مطابق عمل کرنے سے انہیں جبراً نہ روکا جائے اور نہ ہی ان کے مذہبی معاملات میں جبراً مداخلت کی جائے[22]۔"

مذکورہ صفت سے متعلق ہر مذہب کے پیشوا اور دانشوروں نے اس کی اہمیت بیان کر کے اسے اپنانے کی ترغیب دی ہے اور اس بات سے صرف نظر نہیں کیا سکتا کہ انہوں نے نہ صرف دوسروں کو حوصلہ و برداشت کی تلقین کی ہے بلکہ خود ان کے بارے میں بھی دانشوری، عالی ہمت اور بلند حوصلہ و برداشت کے بہت سارے واقعات مشہور ہیں کیونکہ ان کے نزدیک حوصلہ اور برداشت وہ ہتھیا رہیں جن کے ذریعہ سے ایک انسان ساری دنیا کو فتح کر سکتا ہے اور ان کے ہوتے ہوئے ایک انسان مشکل سے مشکل حالات سے بھی نہیں گھبراتا۔ ان عظیم رہنماؤں کی فہرست میں کوتلیہ چانکیہ کا نام بھی شامل ہے جنہوں نے اس خوبی کو اپنانے کی ترغیب دی ہے، چنانچہ ایک ان کے ظریفانہ اقوال میں سے ایک جگہ وہ رقمطراز ہیں:

"ہمیں ماضی کیلئے پریشان نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہمیں موجودہ لمحے کے صحیح فیصلے کیلئے[23]۔"

مذکورہ قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک عقل مندی یہ نہیں کہ ایک انسان گزشتہ لمحات پہ پچھتائے بلکہ اس سے بہتر یہ ہے کہ وہ موجودہ وقت میں صحیح فیصلہ کر کے پچھلے نقصان کے تلافی کے لئے مناسب منصوبہ بندی کرے۔ ان کے نزدیک برداشت سے متعلق واضح تعلیم اور ہدایات ہیں اور

ان کے اس قول کے لئے موجودہ دور میں Right decision at the right time)یعنی بروقت صحیح فیصلہ) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ لہذا بجائے اس کے کہ کوئی انسان پرانے نقصانات اور مشکلات کو یاد کر کے اپنی ہمت اور حوصلہ ہارے تو اس سے اچھا ہے کہ وہ موجودہ دور اور وقت کے لئے سوچیں اور نئے عزم اور ولولہ کے ساتھ پیش آمدہ واقعات کا بھرپور مقابلہ کرے۔ ایک اور جگہ برداشت کی تلقین کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ سب سے طاقتور اور دانا شخص وہ ہے جو اپنے اندر کی کیفیات اور جذبات کو قابو میں رکھے، کیونکہ یہ وہ خوبی ہے جس کے ذریعہ سے ایک انسان کی بڑائی اور بلند حوصلہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس خوبی کے نہ صرف ذاتی فوائد ہیں بلکہ اجتماعی فوائد بھی نمایاں ہیں۔ ماہرین عمرانیات کے نزدیک کسی پُر امن اور مثالی معاشرہ کے لئے پہلی اور بنیادی خوبی برداشت اور رواداری ہے کیونکہ اس سے ایک مثالی اور پر سکون معاشرہ کو پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس جس معاشرہ میں برداشت و حوصلہ کا فقدان ہو وہ معاشرہ انتشار اور بے چینی کا شکار ہوتا ہے جہاں امن و سکون سبوتاژ ہو جاتا ہے اور زندگی گزارنی محال۔ اس صفت سے متعلق عظیم دانشور لکھتا ہے کہ :

> "ایک دانا شخص کو اپنے احساسات قابو میں رکھنے چاہئے، ایک کونج کی طرح جس طرح وہ گروپ کے ساتھ چلتا ہے[24]۔"

مذکورہ اصول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کو برداشت اور اتحاد و اتفاق سے رہنا چاہیئے۔ یہ وہ کامیابی کے گر ہیں جسے آج سے تئیس سو سال (۲۳۰۰) پہلے کوتلیہ چانکیہ نے درس دیا اور یہ وہ خوبیاں ہیں جو کہ کوتلیہ چانکیہ کی نظر سے اوجھل نہیں تھیں کیونکہ ان صفات سے متصف معاشرہ اور فریق مخالف لوگوں اور فریق کو زیر کر سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر کسی موقع پر ناکامی کا سامنا کرنا پڑے تو حوصلہ نہیں ہارنا چاہیئے اور نہ ڈرنا چاہیئے، بلکہ ہمت و حوصلہ سے کام لے کر ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے ، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ :

> "جب آپ کسی چیز پر کام شروع کرتے ہیں تو ناکامی سے نہ ڈریں۔ کیونکہ جو لوگ خلوص سے کام کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ خوش رہتے ہیں[25]۔"

اس کے برعکس قرآن کریم بھی اپنے پیروکاروں کی سب سے پہلے رواداری اور بلند حوصلہ و برداشت کے حوالے سے تربیت کرتا ہے تاکہ وہ آپس میں متحد اور بھائی چارے کی فضاء میں رہ کر اس صفت کو

اپنے اندر اتنی وسعت دیں تاکہ آگے چل کر پورے معاشرے کے اندر اخوت کی فضاء قائم کر سکیں۔ یہ فطری پہلو ہے کہ اگر کسی جماعت کے اپنے اندر تحمل مزاجی اور برداشت، ہمدردی اور بھائی چارے کا ماحول قائم نہ ہو وہ معاشرے کے دیگر افراد کے ساتھ کس طرح رواداری برت سکتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ قرآن کریم میں برداشت کرنے اور درگزرنے سے متعلق ارشاد الٰہی ہے:

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس [26]

"جو غصہ کو دباتے اور لوگوں سے درگزر کرتے ہیں۔"

غصہ کو پی جانے اور معاف کرنے سے متعلق ایک اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے:

واذا ما غضبوا ھم یغفرون [27]

"اور ان کو جب غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔"

متقین کی صفات بیان کرتے ہوئے حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ غصہ کو پی جاتے ہیں۔ یہ عام مشاہدہ ہے کہ غصہ عام طور پر ہمیشہ ایسے شخص پر آتا ہے جو اپنے سے کمزور ہو اور انسان اس سے انتقام لینے پر قادر ہو۔ ایسے وقت میں غصہ کو پی جانا بڑی ہمت اور حوصلہ کا کام ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لیس الشدید بالصرعۃ، ولکن الشدید الذی یملک نفسہ عند الغضب [28]

"بہادر وہ نہیں جو کسی کو لڑائی میں پچھاڑ دے بلکہ بہادر تو وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھے۔"

نیز ایک دفعہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ وصیت فرمائیے" آپ ﷺ نے فرمایا" غصہ نہ کیا کرو"اس نے بار بار وصیت کی درخواست کی مگر حضور ﷺ ہر بار یہی جواب دیتے رہے کہ غصہ نہ کیا کرو [29]۔"

ایک دوسری جگہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من کظم غیظا وھو قادر علی ان ینفذہ دعاہ اللہ تبارک وتعالی علی رؤوس الخلائق حتی یخیرہ من ای الحور شاء [30]

"جس شخص نے غصے کو پی لیا، حالانکہ وہ اس کے اظہار کرنے پر قادر تھا تو اسے اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور اختیار دیدیگا کہ جس حور کو چاہو اپنے لئے منتخب کرلو۔"

برداشت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضور ﷺ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ماتجرع عبد جرعۃ افضل عنداللہ عزوجل من جرعۃ غیظ یکظمھا ابتغاء وجہ اللہ تعالیٰ [31]

"بندے نے کبھی ایسا گھونٹ نہیں پیا جو اس غصہ کے گھونٹ سے اافضل ہو جسے بندہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے پیتا ہے۔"

ایک اور جگہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ثلاث اقسم علیھن۔۔۔۔۔۔۔۔۔مانقص مال عبد من صدقۃ، ومازاداللہ عبدابعفواالا عزاوما تواضع احدللہ الارفعہ اللہ [32]

"تین باتوں (کی حقیقت) پر میں قسم کھاتاہوں۔ صدقہ کرنے سے بندے کا مال کم نہیں ہوتا، معاف کردینے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت میں اضافہ فرمادیتاہے اور جو اللہ تعالیٰ کے تواضع اور انکساری سے کام لے اللہ تعالیٰ اسے سربلندی عطافرماتاہے۔"

مذکورہ احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ کہا جاسکتاہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف امت کو غصہ کو پی جانے اور برداشت کرنے کی تعلیم دی ہے بلکہ خود اس پر عمل کرکے ثابت بھی کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اقتدار پاکر بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ نہ صرف نیک اور اچھا سلوک کیا بلکہ ان پر احسان کرکے حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس آدمی کے حق میں اللہ تعالیٰ کی محبت لازمی ہوگئی جو غصہ میں ہوا پھر حلم اختیار کیا [33]۔"

اگر قرآن کریم کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو وہ واضح الفاظ میں دنیا کو فکر و نظر کی آزادی کی خوشخبری سناتاہے اور ہر طرح کے جبر کی نفی کرتاہے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ [34]

"دین قبول کرنے میں کوئی جبر واکراہ نہیں بے شک جدا ہوچکی ہے ہدایت گمراہی سے۔"

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ کسی قسم کی جبر اور زبردستی چاہیئے وہ نفسیاتی ہو، سماجی ہو، اقتصادی یا سیاسی ہو، یا جسمانی نوعیت کی ہو دین اور مذہب کے معاملے میں جائز نہیں۔ آزادی مذہب، آزادی اظہار رائے، آزادی ضمیر اور آزادی اعتقاد، قرآن کی نظر میں نہایت اہمیت کے حامل ہے۔ گویا تفسیر جلالین کے اس نقطہ سے یہ بات بھی واضح ہو گئی ہے کہ رواداری کی اساس یہ ہے کہ چونکہ حق اور باطل میں جداگانہ اور متمائز صورت اختیار کرلی ہے اس لئے اب جبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا سوائے افہام و تفہیم اور برداشت کے راستے سے۔

حضرت عمرؓ کا ایک غلام "اسحاق" عیسائی تھا حضرت عمرؓ جب اسے اسلام کا دعوت دیتے تو وہ انکار کر دیتا تو آپؓ یہ سن کر اسے اسلام لانے پر مجبور نہیں کرتے بلکہ یہی آیت تلاوت فرماتے۔ "لاا کراہ فی الدین" یعنی دین میں زبردستی نہیں۔ درحقیقت ایمان کے قبول پر جبر واکراہ ممکن بھی نہیں ہے اس لئے کہ ایمان کا تعلق ظاہری اعضاء سے نہیں بلکہ قلب کے ساتھ ہے اور جبر واکراہ کا تعلق صرف ظاہری اعضاء سے ہوتا ہے اور جہاد و قتال سے صرف ظاہری اعضاء ہی متاثر ہوتے ہیں۔ لہذا اس کے ذریعہ ایمان کے قبول کرنے پر جبر ممکن ہی نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ آیات جہاد اور قتال آیت لاا کراہ فی الدین کے معارض نہیں ہیں۔[35]

قرآن کریم جہاں دیگر پہلوؤں میں غیر مسلموں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کی تلقین اور ان کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرنے کی مذمت کرتا ہے وہاں وہ ان کے معبودوں اور خداؤں کو برا بھلا کہنے ان کے لیے غیر اخلاقی الفاظ استعمال کرنے کی ممانعت بھی کرتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ[36]

"یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جن دوسرے معبودوں کو پکارتے ہیں ان کر برا نہ کہو کیونکہ اس کے جواب میں نادانی کے ساتھ ناحق یہ خدا کو گالیاں دیں گے۔"

نیز ہر طرح کے جبر واستبداد کو مردود قرار دیکر معاشرے کے انسانی حقوق کو تحفظ فراہم کرتا ہے تاکہ وہ سکون اور اطمینان سے اپنے اپنے عقیدے کے مطابق اپنی عبادت گاہوں میں اپنی مخصوص عبادت کر سکیں۔ قرآن کریم ان کی عبادت گاہوں کی حرمت اور حفاظت کو ضروری قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰہِ كَثِيرًا ط[37]

"اور اگر اللہ اس کا انتظام نہ کرتا کہ ایک گروہ کی روک تھام دوسرے گروہ کے ذریعے ہوسکے اور وہ سرکش لوگوں کے بے لگام چھوڑ دیتا ہے کہ جو جی میں آئے کرتے چلے جائیں تو (اور چیزیں تو ایک طرف) کسی قوم کی عبادت گاہ تک بھی دنیا میں محفوظ نہ رہتی، خانقاہیں، گرجے، یہودیوں کے عبادت خانے اور مساجد جن میں خدا کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب کے سب ڈھائے جاچکے ہوتے۔"

اس آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے برصغیر کے ممتاز اسکالر مولانا رئیس احمد ندوی لکھتے ہیں:

"ان آیات سے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری، برداشت اور حسن سلوک کی کیسی زبردست تعلیم ملتی ہے، چنانچہ یہاں اگر مسجد کا ذکر فرمایا تو وہاں گرجاؤں (صوامع) اہل کتاب کی عبادت گاہوں (بیع)، عام عبادت گاہوں (صلواۃ) کا بھی احترام اور تقدس کے ساتھ ذکر فرمایا اور غایت درجہ کی رواداری یہ کہ مسجد یعنی مسلمانوں کی عبادت گاہ کا ذکر سب سے آخر میں فرمایا۔ اس موقع پر یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ یہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی اور اب مسلمان بے بس اور مجبور و مظلوم نہ تھے، اب ان کے پاس قوت تھی شوکت اور دبدبہ تھا اور وہ کفار و مشرکین کو نہ صرف کلمہ بہ کلمہ جواب دے سکتے تھے بلکہ ان کی دست درازیوں اور شقاوتوں کا پورا پورا بدلہ بھی لے سکتے تھے[38]۔"

خلاصۂ بحث

اگر ایک طرف انسانی معاشرے کے ارتقاء میں رواداری اور برداشت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ رواداری پر مبنی معاشرۂ تمدنی، تہذیبی ترقی کے مراحل بہ آسانی طے کر سکتا ہے۔ تو دوسری طرف انسانی زندگی میں مذہب کے کردار سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا لہذا معاشرتی اعتبار سے اس کی حساسیت دیگر شعبہ جات کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مذہبی منافرت، گروہیت، فرقہ واریت کی بنیاد پر جتنا انسانیت کا قتل عام ہوا ہے شاید ہی کسی اور تناعہ میں ہوا ہو، کیونکہ آج دنیا میں مذاہب اور تہذیبوں کا اختلاف امر واقع ہے جس کو مسلح تصادم اور معرکہ آرائی سے ختم نہیں کیا جاسکتا۔ باہمی گفت و شنید اور افہام و تفہیم اور حوصلہ و برداشت کے راستے ہموار کرنے چاہیئے، تاکہ امن و سلامتی کے ساتھ زندگی گزاری جاسکے۔

ہر مذہب کے رہنماء چونکہ انسانیت کی بھلائی کے لئے تعلیمات دیتے ہیں اور ان کی بنیادی تعلیمات انسانی اخلاق و کردار کی بلندی کے لئے ہیں لہذا ہر مذہب کے پیشواؤں اور پیروکاروں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مذہب کی بنیادی اخلاقیات کو مدنظر رکھتے ہوئے کل انسانی معاشرے کی کامیابی اور اعلیٰ کردار واقدار کے لئے کام کریں اور انسانی معاشرہ کے اندر وہ عوامل اور منکرات جن کی وجہ سے انسان جبر و ظلم کا شکار ہوں اُن عوامل اور عناصر کا تدارک کریں۔

حواشی وحوالہ جات

1 ٹیکسلا علاقہ پوٹھوہار میں قدیم گندھارا تہذیب کا سب سے بڑا مرکز۔ یہ راولپنڈی سے ۲۰ میل کے فاصلے پر جی ٹی روڈ پر واقع ہے۔ اس علاقے سے برآمد ہونے والی نوادرات میں سب سے خوبصورت اور قابل دید جولیاں کی وہ مشہور خانقاہ اور سٹوپے ہیں جسے مقامی لوگ "بدھا یونیورسٹی" کے نام سے پکارتے ہیں جو کہ تقریباً ۲ ہزار سال پرانی بتائی جا رہی ہے۔ اور اس کی موجودہ آبادی تقریباً ۵۰ ہزار کے قریب ہے۔

(قاسم محمود، سید، انسائیکلوپیڈیا پاکستانیکا، بذیل مادہ "ٹیکسلا ")

2 ارتھ شاستر : ۱۲-۱۳

3 www.kautilya.com

4 ارتھ شاستر: ۱۲-۱۳

5 نفس مصدر

6 مورخین کے مطابق چندر گپت موریا ہمالیہ کے علاقے "موریا" قبائل سے تھا جوانی میں دھن نندا حکمران کے کمانڈر انچیف کے ماتحت ایک فوجی افسر بنا اور جب وہ ایک برہمن "وشنو گپتا" نامی کے زیر اثر آیا تو اس نے اس کے ساتھ مل کر نندا حکومت کے خلاف سازش کی۔ اور جب یہ ناکام رہا تو سکندر اعظم سے ۳۲۶ ق م میں ملا اور اس کی کامیابی اور فوجی مہارت کا گہرا مطالعہ کیا۔ جب یہ وفات پا گیا تو چندر گپتا نے شمال مغربی علاقوں میں یونانیوں کی حکومت کا خاتمہ کر دیا جو فوجیں اس نے جمع کی تھیں اس سے وہ دھن نندا خاندان کی حکومت پر حملہ آور ہوا اور دھن نندا بادشاہ کو قتل کر دیا اور خود اپنے موریا خاندان کی حکومت ۳۲۲ ق م میں قائم کر دی۔ (ارتھ شاستر: ۳۴-۳۵)

7 http://www.sankalpindia.net/drupal/?q=chanakyakautilya-the-young-genius

8 www.kautilya.com

9 وشنُو کے معنی ہے خداوند تعالیٰ۔ راجیسور راؤ اصغر، ہندی اردو لغت بذیل مادہ "وشنو" اور گُپت کے معنی ہے چھپا ہوا، غیر مرئی، نادیدہ۔ (راجیسور راؤ اصغر، ہندی اردو لغت، بذیل مادہ "گُپت ")

10 جس کے معنی ہے subsistence of man یعنی وہ شخص جو تھوڑے خوراک اور پیسے پر قناعت کرے۔ www.encyclopedia.kautilya.com

11 جس کے معنی ہیں چانک نامی مُنی کے خاندان کا (فرد) کی جاتی ہے۔ راجیسور راؤ اصغر، ہندی اردو لغت، بذیل مادہ "چانکیہ" واضح رہے کہ مُنی کا مطلب ہے وہ شخص جو دُکھ اور سُکھ کی حالت میں یکساں رہے۔

(رشی/عابد۔ راجیسور راؤ اصغر، ہندی اردو لغت، بذیل مادہ "مُنی")

12 ارتھ شاستر: ۱۴

13 *http://www.sankalpindia.net/drupal/?q=chanakyakautilya-the-young-genius*

14 *http://www.sankalpindia.net/drupal/chanakya-indias-first-political-mastermind-0*

15 جواہر لال نہرو، تلاشِ ہند

16 مصباح اللغات، عبدالحفیظ بلیادی، مکتبہ زید بن ثابت، بذیل مادہ "حلم" (س۔ن)

17 *Urdu English Dictionary,Feroz Sons (Pvt) Ltd,Lahore,P-207*

18 *Encyclopedia of Britanica , (micropedia ready reference, encyclopedia britanica 1974),Vol:10,P-400*

19 امروہی نسیم، نسیم اللغات، بذیل مادہ "بر" محولہ بالا

20 امروہی نسیم، نسیم الغات: ۸۱۵، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۵۵ء

21 بشیر احمد صدیقی، پروفیسر، جواہر اللغات اردو: ۳۹۷، لاہور، کتابستان پبلشنگ کمپنی (س۔ن)

22 خلیل احمد علیم، مقالہ سیرت عدم برداشت کا قومی اور بین الاقوامی رجحان اور تعلیمات نبوی: ۴۹۲، اسلام آباد، شعبہ تحقیق و مراجع وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان ۱۹۹۹ء

23 *http://www.sankalpindia.net/net/drupal/some-witty-quotes-chanakya*

24 *http://www.sankalpindia.net/net/drupal/some-witty-quotes-chanakya*

25 *http://www.sankalpindia.net/net/drupal/some-witty-quotes-chanakya*

26 سورۃ آلعمران ۳: ۱۳۴

27 سورۃالشوریٰ۴۲: ۳۷

28 صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، حدیث(۶۱۱۴)۔۔۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل من یملک نفسہ عند الغضب، حدیث(۲۶۰۹)

29 صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، حدیث(۶۱۱۴)

30 مسند احمد۳: ۴۴۰

31 مسند احمد۲: ۱۲۸

32 صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب استحباب العفو والتواضع، حدیث(۲۵۸۸)۔۔۔ جامع الترمذی، الزھد، باب ما جاء مثل الدنیا مثل اربعۃ نفر، حدیث(۲۳۲۵)

33 شعب الایمان۶ : ۲۴۲

34سورۃالبقرۃ۲:۲۵۶

35 جلال الدین، محمد بن احمد المحلی الشافعی، تفسیر جلالین : ۴۰، کراچی، قدیمی کتب خانہ،(س۔ن)

36 سورۃالکہف ۱۸ :۲۹

37 سورۃالاَنعام ۶ :۱۰۸

38 ندوی، رئیس احمد جعفری، مولانا، اسلام اور رواداری، ، اسلام اور رواداری، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور۱۹۵۴ء،